جناب ریاض صدیقی

شاہ ولی اللہؒ کا
اقتصادی پروگرام

امام الانقلاب مجتہد اعظم حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ مسلمان علماء و مفکرین میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے قرآن کریم، احادیث اور خلفائے راشدین کے حوالوں سے اس معاشی اسپرٹ کی نشاندہی کی ہے، جو اسلامی ریاست میں روح کی حیثیت رکھتی ہے اور اپنی تصانیف حجۃ اللہ البالغہ اور بدورِ بازغہ میں معاشی کشمکش کی انسانی تاریخ کے تمام مراحل کا خاکہ متعین کیا ہے۔

امام الانقلابؒ کا دائرۂ فکر بہت وسیع ہے۔ اِس دائرہ میں سائنس، حکمت، معاشرت، تاریخ، اقتصادیات، الٰہیات، ریاست، بین الاقوامی تعلقات اور تجارت وصنعت جیسے موضوعات کا پھیلاؤ ہے۔

شاہ صاحبؒ کے فلسفہ اقتصادیات کو سمجھنے کے لیے اس حقیقت کا ادراک ضروری ہے کہ حضرت شاہ صاحب علوم وحکمت، طبعیات اور ارتقاء کے مسائل پر بھرپور دسترس رکھتے ہیں۔ اور یہی تعقل پسندی ان کے افکار کا جزو ہے۔ زیرِ حوالہ اقتباسات بتلاتے ہیں کہ امام الانقلابؒ سائنسی فکر اور ارتقاء کے مضمرات سے پوری طرح باخبر تھے۔ معاشرہ میں سماجیت کے تاریخی مراحل کا ذکر کرتے ہوئے حضرتؒ نے علمِ حیاتیات سے اِستفادہ کیا ہے چنانچہ آپ نے پودوں، جانوروں اور انسانوں میں جماعت بندی کے رجحان کا ذکر کیا ہے اور اس طرح وہ سماجی تاریخ کے شعور کا تعین کرتے ہیں۔[1]

---

[1] شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریات۔ صفحہ ۴۴، ۴۵، ۵۴، ۵۵، ۷۸ اور ۸۱ مطبوعہ لاہور

امام الانقلابؒ رجعت پسند علماء اور صوفیاء کے منفی اندازِ فکر کو بالکل مسترد کرتے ہیں۔ آپ اس تصور کو رد کرتے ہیں کہ محض خوفِ خدا کی تبلیغ انسانی معاشرے کے اخلاقی اور دینی نظام میں اصلاح کا سبب بن سکتی ہے۔ چنانچہ آپ کے افکار و احکامات اصلاح کی تحریک سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ معیشت کے نظم کو سماجی اور تہذیبی زندگی کی اساس قرار دیتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا احساس دلاتے ہیں کہ ایک پاک وصاف اجتماعی اقتصادی نظام ہی معاشرتی اخلاقیات اور رُوحانی ترقی کا ضامن ہے۔

انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت بالکل برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کیا جائے۔ معاشرے کی اخلاقی اصلاح کے لیے لازم ہے کہ اس کی معیشت متوازن ہو[1]۔

معیشت کو متوازن بنیادوں پر قائم کرنا امام کی شرطِ اوّل ہے۔ جس کے لیے آپ انقلاب صالح کا نعرہ دیتے ہیں۔ اور توقع کرتے ہیں کہ اہل اللہ معاشرہ کے مروجہ شاہی نظام کو ختم کر کے اقتصادی انقلاب برپا کریں گے۔

انبیاءؑ کی بعثت کا مقصد انسانیت کو خدا کی بندگی کے طریقے سکھانے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ تہذیب وتمدن کے خراب رسم ورواج کا خاتمہ کریں اور ان کی جگہ لوگوں کو صحیح قسم کے اجتماعی ادارے قائم کرنے کی ترغیب دیں[2]۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ مرحوم نے ایک جگہ کارل مارکس کے نظریات پر امام کے نظریات کو فوقیت دیتے ہوئے مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ وہ افکارِ ولی اللّٰہی کا دامن تھام لیں ورنہ اشتراکیت کا لادینی سیلاب ان پر چھا جائے گا اور مسلمانوں کا کوئی دینی فرقہ اس سیلاب کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ مولانا مسلمانوں کے لیے اشتراکیت کو مسترد کرتے ہوئے بھی اشتراکیت کے سماجی فلسفہ کو قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کم وبیش یہی رویہ رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی اور حکیم الامت علامہ اقبال کا تھا۔

---

[1] شاہ ولی اللہؒ کے عمرانی نظریات، مقدمہ صفحہ ۲۱-۲۲　[2] ایضاً۔ صفحہ ۸۸۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی نظریں ان تاریخی حقائق پر تھیں جنھوں نے مکی و مدنی انقلاب کی حقیقی روح کو خلفائے راشدین کے بعد بالکل بے اثر بنادیا تھا اور صدیوں کا سفر طے کر کے اسلام کا انقلابی تصور یکسر مسخ ہوچکا تھا۔ بادشاہوں اور امرائے سلطنت نے اپنے مفادات کو تحفظ دینے کی خاطر اس مسخ شدہ اسلام کو فروغ دیا چنانچہ حضرت کے والد نے اورنگزیبؒ کی مخالفت کی۔ انھی اسباب کی بناء پر شاہ صاحبؒ کا تعلق بادشاہوں اور اُمراء سے کمزور رہا۔ اور آپ نے شاہی نظام کی مخالفت میں کبھی تذبذب محسوس نہیں کیا۔ حضرت دہلی کے بادشاہوں کو قیصر و کسریٰ کا نمونہ جانتے تھے۔ اس لیے ان کا نصب العین شاہی نظام کو ختم کرنا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے شاہی نظام کی بنیادوں کو مزید کمزور کرنے کی خاطر احمد شاہ ابدالی کو حملہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

"بادشاہ، نواب، امراء اور حکام نے معاشی دست برد شروع کردی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشت کاروں، تاجروں، پیشہ وروں اور اسی طرح دوسرے کارپردازوں پر طرح طرح کے ٹیکس عاید کر کے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں۔" ؎

امام الانقلاب نے مطلق العنانی اور طوائف الملوکی کے دور میں قرآنی تحریک قائم کی۔ اور اس تحریک کو محنت کشوں اور متوسط دستکاروں کی تحریک قرار دے کر معاشی استحصال کے خلاف عوامی شعور کو منظم کیا۔ اٹھارویں صدی کے اس دور میں جب کارل مارکس کے اشتراکی نظریات کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا اور برصغیر پر شاہی نظام حکمران تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی انقلابی تحریک ایک تاریخی واقعہ تھی۔ حضرتؒ نے اپنے انقلابی منشور میں طبقاتی کشمکش کی انسانی تاریخ کا احاطہ کیا ہے اور معاشرے کے ارتقائی منازل کی نشاندہی کرتے ہوئے ہر دور کے معاشی اداروں کا ذکر کیا ہے۔ حضرتؒ نے بھی بعض جدید مُفکّرین کی مانند معاشرے کے دورِ آغاز کو اشتراکِ باہمی کا دور قرار دیا ہے اور اس شعور کی تبلیغ کی ہے کہ ذرائع

؎ مزید حوالہ جات۔ (۱) برہان دہلی ۱۹۴۳ء (۲) شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک۔ صفحہ ۲۹-۲۷

پیداوار کی تقسیم میں عدم توازن سے طبقہ بندی، ظلم، غلامی اور جبری محنت کو فروغ حاصل ہوا۔ آپ نے اپنے رفقاء اور طلباء کے شعور کی تربیت کرتے ہوئے اقتصادی نظام کو جگہ جگہ سنگ میل قرار دیا۔ اور ریاست کی تشکیل کے لیے معاشی اجتماعیت کو اسلامی تعلیمات کا مرکز قرار دیا۔ ان مقاصد کی تکمیل اور قرآنی انقلاب کی دعوت کو عام کرنے کی خاطر آپ نے فارسی زبان میں فتح الرحمٰن مرتب کی۔

شاہ صاحبؒ کے فلسفۂ الٰہیات میں جس پر عقل و حکمت اور سائنس کا غلبہ ہے نظریۂ وحدت الوجود علم و حکمت اور سائنس و اقتصادیات سے ہم آہنگ نظر آتا ہے تفہیمات جزو اول میں فرماتے ہیں:

"ہر زمانہ میں ظہور ہوتا ہے اور ظہور کے اپنے احکامات ہوتے ہیں۔ زمانہ بدلتا ہے تو احکام بدلتے ہیں۔ منشاءِ الٰہی کا پہلا ظہور معدنیات کی صورت میں ہوا۔ معدنیات کے بعد عالم نباتاتی قدرتِ حق کا محور بنا۔ نباتات سے حیوانات نے یہ منصب لیا۔ اور پھر انسان کی شکل میں ارادہ حق کا ظہور ہوا۔ وحدۃ الوجود بتلاتا ہے کہ نظامِ عالم ترقی پذیر ہے وہ ابتداءِ آفرینش سے اب تک سینکڑوں قالب بدل چکا ہے۔" لـه

شاہ صاحبؒ کے سامنے مذہبی ریاست کا وہ نمونہ تھا جس کو وہ مسترد کرتے ہیں کیونکہ اس ریاست میں مذہب کے نام پر فساد اور ظلم کے بہت سے مبہم راستے تھے اور معاشرہ کی اقتصادی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مذہبی تبلیغ کے ادارے اور علماء اپنی تعلیمات کے باوجود اخلاقی اور عام حالت کی اصلاح میں ناکام نظر آتے تھے۔ اس خارجی ماحول میں مکمل معاشرتی اصلاحات کا امکان صرف اسی صورت میں تھا کہ معاشی نظام کے مروجہ اصولوں کو ختم کرکے ایک نئے ترقی پذیر اجتماعی معاشی نظام کو فروغ دیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے سامنے قرآن حکیم اور رسول کریمؐ کے افکار تھے۔ چنانچہ آپ نے ان افکار کی مدد سے ایک سائنسی معاشی نظام

لـه شاہ صاحبؒ کے عمرانی نظریات صفحہ ۸، مطبوعہ لاہور

مرتب کر دیا۔ یہ محض اتفاق کہا جا سکتا ہے کہ کارل مارکس نے روحانی اقدار کو ختم کر کے ایک ایسا اقتصادی نظام مرتب کیا جو حضرت شاہ صاحبؒ کے افکار کی بازگشت نظر آتا ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں :

"اگر کیپٹل کے مصنفین کو انقلاب کا باپ مانا جاتا ہے تو جس حکیم نے خیرالقرون کی انقلابی تاریخ کو ہند کی علمی زبان میں ضبط کر دیا ہے۔ اُسے امام الانقلاب ماننا خوش اعتقادی پر مبنی نہیں سمجھا جائے گا" ؎۱

حضرت شاہ صاحب مطلق العنان حکومت، امارت، جاگیردارانہ معیشت، جبری محنت اور ہر قسم کی غلامی کو مسترد کرتے ہیں کیونکہ یہ وسائل اجتماعی ملکیت کے نظام میں مزاحمت کا سبب بنتے ہیں۔

"جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ نہ وہاں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور نہ مذہب اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔

مُعاشرت، اجتماع، حکومت اور ملت میں تمام خرابیوں کا باعث دراصل معاشی اور اقتصادی عدم توازن ہے" ؎۲

"اگر معاشی نظام کو خُدا ترسی اور سچائی سے ہٹ کر چلایا جائے تو کسی نہ کسی شکل میں استبداد کا پیدا ہونا ضروری ہے جس میں ایک مختصر ترین گروہ کمزور اور غریب طبقہ کا استحصال کرتا ہے۔ چنانچہ دولت کی گردش محدود گروہ میں رہتی ہے۔ ذرائع پیداوار اور قدرتی وسیلوں پر چند افراد کا کنٹرول ہو جاتا ہے۔ اس غلبے کا ردِّعمل آمریت اور شخصی حکومت ہوتا ہے۔ استحصال کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ جب معاشرے میں یہ نظام قائم ہو جاتا ہے تو یہ دُوسری قوموں کا استحصال کر کے

؎۱ خطبات و مقالات مولانا سندھی۔ مطبوعہ لاہور

؎۲ شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک۔ صفحات ۳۷، ۳۹، ۴۰، ۴۰ اور ۴۱۔ مطبوعہ لاہور

ان کو محکوم بناتا ہے۔ اور اس طرح سامراجیت، لوٹ مار اور بدامنی کا چکر مستقل شکل اختیار کرلیتا ہے"۔ ۵۱

"معاشی عدم توازن معاشرے کے لیے بڑا روگ ہے جب انسانوں کا ایک مخصوص طبقہ ضرورت سے زائد مال و دولت کا مالک بن جاتا ہے اور انسانوں کی ایک کثیر تعداد فاقہ کشی پر مجبور ہو جاتی ہے تو معاشرے کو گھن لگ جاتا ہے۔ رزق کمانے والی جماعتوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ تاکہ معاشی طبقے باقی نہ رہیں"۔ ۵۲

مولانا کے اقتصادی فلسفے میں قومی ملکیت کے سائنسی نظام کا خاکہ قابل توجہ ہے۔ قومی ملکیت کے اس تفکر کو آپ بعض احادیث اور حضرت عمرؓ کے حوالوں سے واضح کرتے ہیں اور انتہائی محدود شکل میں انفرادی ملکیت کی مشروط شکل کو جائز قرار دیتے ہیں۔ البتہ اگر انفرادی ملکیت کی یہ محدود شکل کسی مرحلے پر اجتماعی مفادات سے متصادم ہو تو ریاست مجاز ہوگی کہ وہ انفرادی ملکیت پر اپنا دائرۂ اختیار استعمال کرے۔

ایک حدیث اور حضرت عمرؓ کے حوالوں سے فرماتے ہیں:

"جبری محنت کا طریق کار خارج از دین اور آئین محمدیؐ کے منافی ہے۔ کیونکہ مالک کی زمین اور درخت اور مزدور کی مزدوری فساد مطلق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو منع فرمایا ہے"۔

مزید فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اپنے ذیلی قوانین میں ایسے ہی احکامات نقل کیے ہیں۔

مولانا نے Socialisation of Economy کو قرآنی فکر کا محور قرار دیا اور قدرتی وسائل پر ریاست کے کنٹرول کا حکم قلمبند کیا ہے کیونکہ قدرتی وسائل اور زمین کے نیچے یا اوپر

---

۵۱ شاہ ولی اللہ کے افکار۔ مولانا سندھی۔ مطبوعہ لاہور

۵۲ شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریات۔ صفحات ۲۱ تا ۲۲۔ ۸۵ تا ۱۱۳۔ ۱۲۳۔ ۱۳۲ اور ۱۳۴۔

پائی جانے والی اشیاء خدا کی طرف سے بندوں کے استعمال کے لیے تخلیق کی گئی ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان وسائل کو کسی ایک فرد کے دائرۂ اختیار میں سونپ دینا یکسر غیر اسلامی ہے۔

شاہ صاحبؒ اقتصادیات کا ایک ایسا اجتماعی نظام متعین کر گئے ہیں جس کے ذریعہ دیہی اور زرعی معیشت اور صنعتی معیشت بہ یک وقت ارتقاء پذیر ہوتی ہیں۔ تجارت کا سُود مند امکان زیادہ روشن ہو جاتا ہے اور ذرائع پیداوار کے باہم تبادلے کا ایک ترقی یافتہ نظام تشکیل پاتا ہے۔ مولانا سندھی نے شاہ ولی اللہؒ کے افکار پر نظر ڈالتے ہوئے ان معاشی اداروں کا ذکر بھی کیا ہے جو اجتماعی ملکیت میں تشکیل پاتے ہیں۔ ان اداروں میں زرعی معیشت اور دستکاری و صنعت کے فروغ کے لیے امداد باہمی کے ادارے بھی شامل ہیں۔

شاہ صاحب کے اقتصادی پروگرام کو بروئے کار لانے کے لیے جمہوری اداروں کا وجود لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے اقتصادی پروگرام کو جمہوری سیاست کے فلسفہ میں پرو کر ایک مکمل اور جامع عوامی ریاست کی حدیں متعین کر دی ہیں۔ اس ریاست کے لیے ضروری ہے کہ مرکزی جمہوری عوام الناس کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ تشکیل دیئے جائیں اور ایک مضبوط مرکزی جمہور کے تحت صوبائی، ضلعی اور دیہی اداروں کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے۔ اس جمہوری ریاست کو تمام اقتصادی وسائل کو عوام میں تقسیم کرنا ہوگا تاکہ معاشرہ میں استحصال اور حصولِ زر کے لیے کشمکش کے دروازے بند ہو جائیں۔ چونکہ حضرت شاہ صاحبؒ کی ریاست عوام کو بنیادی حقوق عطا کرتی ہے۔ اس لیے غلامی اور جبری محنت کے راستے خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ہر فرد کو رزق، تعلیم، خوراک، رہائش اور فطری مطالبات کی تکمیل کا قانونی حق حاصل ہے۔ اس لیے جرائم اور بدعنوانیوں کے کوئی امکان باقی نہیں رہتے۔ اس قسم کی ریاست وجود میں آجانے سے ترقی اور خوشحالی کا آغاز ہوتا ہے۔ جس کے بعد اجتماع میں رُوحانی اور اخلاقی قدروں کو عُروج حاصل ہوتا ہے۔ اور بنیادی عقائد میں درستی اور پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔